© rasailojaraid.com

کے فاصلے پر اعلیٰ ترین جنگی ٹکنالوجی استعمال کی محض اس لیے کہ امریکہ اپنی بالادستی کا لوہا منوا سکے۔ دو سال قبل اس شخص نے ایک کتاب لکھی اور بے انتہا کرب اور افسوس کے اظہار کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ اس نے غلطی کی تھی۔

"غلط" کہہ دیا اور لیجیے بات ختم---! اس معمولی سے "غلط" نے لاکھوں امریکیوں بالخصوص ویت نامیوں کی زندگیوں کو عظیم تباہی سے دوچار کر دیا۔ "غلط" ایک ایسا لفظ ہے کہ جو انسان کے گلے میں اٹک کر رہ جاتا ہے، چاہے سارا معاملہ کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو---! میکنامارا کو چاہیے کہ اپنے آپ کو جنگی مجرم کے طور پر پیش کرے۔ کتاب لکھنا ایک ایسا موقع تھا کہ وہ طویل دورانیے کے لیے ٹیلی وژن پر پیش ہوتا اور جس قدر غلط فیصلے اس نے کیے تھے اور جو جھوٹ اس نے بولے تھے، ان سب کا ندامت و شرم ساری کے ساتھ اعتراف کرتا۔ اس سے بھی بڑی مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اس نے "دیانت دارانہ خطا" کی تھی، ایسی خطا کہ جو دو حکومتوں اور ۱۵ برسوں پر محیط تھی۔

میکنامارا کو اپنی غلطیوں کے اعتراف اور اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع فراہم کر دینا، اور کھلے عام اعتراف کی تقریبات کے اثرات اپنی جگہ، مگر اس سب کے باوجود امریکہ کے مجرمانہ رویے پر اعتراض کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ مخلصانہ طور پر دنیا کو اشتراکیت وغیرہ کے غلبے سے بچانے کے لیے سرگرم عمل ہے۔

جب معاملہ اسرائیل کا ہو (انڈونیشیا، لاؤس، کمبوڈیا، بوسنیا، چلی، ایران، گریناڈا، پانامہ اور دوسرے مقامات کو چھوڑ دیجیے جہاں امریکہ بین الاقوامی دہشت گردی کو تسلیم کرتا ہے) تو مسلسل اس احساس کو پروان چڑھایا جاتا ہے کہ امریکہ تو حق، انصاف، امن اور اخلاق کا حامی و طرف دار ہے۔ اس تصور کے خلاف جو بھی بات ہو، اسے دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے، لیکن اگر اسرائیل یہ سب کچھ کرے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لبنان پر بم باری، فوجی قبضہ، علاقے کا جبری الحاق، اور بڑے پیمانے پر لوگوں کو علاقے سے بے دخل کر دینا، اس کے تذکرے کی بھی ضرورت نہیں۔ امریکہ چیختا رہتا ہے کہ وہ اور اسی کی طرح کا اس کا بے قصور حلیف، اسرائیل امن اور انصاف کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ صرف امن اور انصاف کے لیے، اور کسی کے لیے نہیں۔ وہی امریکی روایتی خوب صورت "امن و انصاف!"

مسئلہ یہ ہے کہ عرب ہونے کے ناطے، ہم اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو طشت ازبام کر کے امریکہ کو اخلاقی اور تحریری طور پر ملوث کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتے (غیر عربوں کا بھی یہی حال ہے)۔ عرصۂ دراز سے میں کہہ رہا ہوں کہ عالم عرب میں امریکہ کے متعلق قابل افسوس ناواقفیت پائی جاتی ہے--- ایسی غفلت جس کی وجہ سے ہم امریکہ کے نظام استحصال اور غیر سفید نسلوں کے خلاف اس کے منظم مظالم سے بھی آگاہ نہیں ہیں--- اس عدم واقفیت کے سبب ہم اس وہم کا شکار ہو چکے ہیں کہ امریکہ ہی واحد ثالث، آخری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالمی طاقت اور ایسی طاقت ہے جو ہمارا حق دلانے کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔

ہمارے مسائل کی جڑ عالم عرب کا افسوس ناک افتراق بھی ہے جہاں حکمران معمولی مفادات کو تو مدنظر رکھتے ہیں مگر انھیں اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہے کہ عرب ریاستیں کس طرح ایک دوسرے کے خلاف استعمال کی جاتی ہیں' ایک دوسرے پر بہتان باندھتی ہیں' اور ایک دوسرے کے ساتھ ختم نہ ہونے والے جوڑ توڑ میں شریک رہتی ہیں۔ سرکاری سطح پر امریکہ کے نزدیک ہم صرف "عرب" ہیں' پگڑی پہننے والے بدوؤں کا گروہ جن میں فرق کرنا مشکل ہے' اور جو تشدد اور دیوانگی کے اسیر ہیں۔ ہم اپنے تہذیبی اور سائنسی پہلو کو ابھارنے کے بجائے امریکہ سے اسلحہ اور سامان ضرورت کی خریداری کے جذبات کو زیادہ ابھارنے میں لگے رہتے ہیں' اور اپنے آپ کو کبھی ختم نہ ہونے والی سربراہ کانفرنسوں' فلسطین کی نئی ریاست اور کسی انجانے دھماکے کے اندیشے جیسے مسائل کی بنا پر بڑی حد تک نااہل اور بے بس بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنے مسائل کو سنجیدگی سے لے ہی نہیں سکتے۔

امریکہ کا مقابلہ بلند بانگ نعروں اور امریکہ سے مزید جدید ہتھیاروں کی خریداری سے نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری اس سیکولر دنیا کی دیگر روایات کی طرح امریکہ کو بھی اپنی پالیسیوں' ناقابل قبول اور غیر قانونی حیثیت پر کھلی تنقید کا سامنا کرنا ہو گا۔ امن کی کوششوں کو جاری رکھنے کی درخواستیں' جو امریکہ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' اب جب کہ نیتن یاہو اور امریکہ نے (جیسا کہ وہ چاہتے تھے) سارے معاملے کو مزید الجھا کر رکھ دیا ہے' اس کے سوا اور کیا ہے کہ ایک ناشائستہ اپیل' اپنی ذلت' اور ضعف کا اعلان۔

آخر عرب ممالک اپنا منصوبۂ امن اپنی فہم و فراست کی روشنی میں کیوں وضع نہیں کرتے جس سے دنیا کے دوسرے ممالک بھی اتفاق کریں اور دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ امریکہ کی کوئی جعل سازی اور کوئی ظلم ہمیں ہمارے عزم سے نہیں ہٹا سکتا!

میرے خیال میں اس قسم کے عزم کے لیے سوچنا اسی طرح ہے جس طرح عرب لیڈروں کا پالیسی سازوں اور ماہرین کے ساتھ انتظار کرنا کہ جنھیں آہستہ آہستہ دھکیل کر لایا جا رہا ہو۔ اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ اس وقت جو چیز ہمیں درکار ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی تمام پالیسیوں پر نظرثانی کریں' اسی طرح امریکہ کے ساتھ تعلقات بھی۔ اور ہنری کسنجر جیسے بڑے پالیسی سازوں کی آرا کا شدید محاسبہ کریں' جن کی رائے پر امریکی حکومت عمل درآمد کرتی ہے' اور جس کا یہ خیال ہے کہ ہر عرب مجھ سے ملنا اور میرے ساتھ ناشتہ کرنا پسند کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ کہنا ایک کہاوت کی طرح ہو گیا ہے: "یہ بات مجھ سے گذشتہ روز ہنری کسنجر نے کافی پیتے ہوئے کہی"۔

© rasailojaraid.com